ڈاکٹر خالد عثمان حقانی *

مولانا سید حسین احمد مدنی اور علامہ محمد اقبال کا باہمی تعلق

(ایک غلط فہمی کا ازالہ)

تمہید:

ایک اچھے انسان کی حیثیت سے ہر ایک آدمی کو اختلافِ رائے کا حق حاصل ہے لیکن اگر وہ اختلاف رائے ایک غلط فہمی پر مبنی ہو اور فریقین کا آپس میں اختلاف اور غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو گیا ہو تو پھر اس اختلاف کو ہوا دینا یہ ایک اچھے مسلمان کی صفت نہیں ہو سکتی۔ بعینہ یہی معاملہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے درمیان ہوا اب اگر ایک تیسرا آدمی علمائے حق کے خلاف اپنے دل کا بھڑاس نکالنے اور اپنی آخرت خراب کرنے کے لئے اسی بات کو آڑ بنا کر تلبیس سے کام لیتا ہے یہ بہت بُری بات ہے۔ آج دنیا میں نہ علامہ اقبال ہے اور نہ مولانا حسین احمد مدنی، وہ پرانی بساط تمام تر لپٹ چکی ہے، اب ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے لیکن ان اکابر کی موت کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذر جانے کے بعد بھی اگر کوئی آدمی ایک کی آڑ میں دوسرے کو برا بھلا کہتا ہے بہر حال وہ اچھے اخلاق سے متصف نہیں ہو سکتا۔

پھر ہمیں تو سید الکونین ﷺ کی یہ تعلیم و تلقین بھی ہے کہ **اُذکروا محاسن موتاکم و کفوا عن مساویھم** (۱) (یعنی اپنے مُردوں کی نیکیاں ذکر کرو اور ان کے بُرے کاموں سے اپنی زبان بند رکھو) یہ بھی ضروری نہیں کہ بزرگوں کو معبود بنا لیں اور انہیں تنقید سے بالاتر سمجھیں لیکن مذکورہ حدیث کا اصول بالعموم یہ ہوگا کہ عام طور پر ان کا ذکر خیر اور بھلائی سے کرو، ان کی بُرائی کو بیان کرنے سے رُک جاؤ، ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ ان کو اپنے اچھے اعمال اور اقوال کی جزا مل رہی ہے اور اسی طرح ان کے بُرے اعمال اور اقوال کی ان کو سزا مل رہی ہے بس ان کے لئے یہی کافی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ **فانھم قد افضوا الیٰ ما قدموا** (۲) ”یعنی انھوں نے جو عمل کیا تھا اس حد تک وہ پہنچ چکے ہیں“۔ اب تم خواہ مخواہ ان کے بارے میں زبان طعن دراز کرو تو اس کا کیا حاصل؟ **تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ**

---

* حالاً ٹی وی ایف ملٹری کالج آف انجینئرنگ رسالپور

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (۳)[یعنی وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، سو ان کو ان کے اعمال (کا بدلہ ملے گا)اور تم کو تمہارے اعمال کا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہوگی۔]

مختصر تعارف:۔

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی شخصیت سیاسی، علمی اور مذہبی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، نام سنتے ہی پسِ منظر میں یہ ساری چیزیں آجاتی ہیں، کہ ایک ایسا مشہور و معروف عالم دین، شیخ الہندؒ کے جانشین، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، صداقتِ اسلام کی دلیل، لاکھوں سرفروشوں کے سیاسی رہنما جس نے ساری عمر دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کیا، جس نے ساری عمر کلمۂ حق کہا، جس نے گالیوں کا جواب دعاؤں سے دیا، جس کی عظمت پر آج بھی مالٹا گواہی دے رہا ہے اور کتنے شہروں کی جیلیں آج بھی اس کی آہِ سحر گاہی اور قرآن الفجر کی برکات سے مالا مال ہیں، جس نے ایک دو نہیں پورے چودہ سال تک حرم نبوی میں حدیثِ نبوی کا درس دیا۔(۴)

حضرت مدنیؒ کے سیاسی نظریات کے ساتھ بہت سے لوگوں نے ان کی زندگی میں بھی اختلاف کیا اور ان کے وصال کے بعد بھی ان پر تنقید کا سلسلہ جاری رہا مگر جہاں تک ان کی شخصی عزت و احترام، علمی فضل و کمال اور اخلاص و حسن نیت کا تعلق ہے ان کے سخت ترین سیاسی مخالفین نے بھی ان کا اعتراف کیا۔

اور اسی طرح علامہ محمد اقبالؒ کی شخصیت بھی ایک مفکرِ اسلام، مسلمانوں کو شکست خوردہ ذہنیت سے نجات دلانے والا، ملتِ اسلامیہ کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے والا اور فکری حیات نو بخشنے والا، اسلام کی نشاۃ جدیدہ کا نقیب، اپنی نظم و نثر سے احیائے اسلام کا داعی، کمالاتِ علمیہ و عملیہ کے درخشندہ آفتاب کی حیثیت سے مسلّم ہے۔اقبال ہی وہ شخص ہے جس نے لٹے ہوئے کارواں، ایک برہم شدہ انجمن، ایک زوال آمدہ ملت اور ایک منتشر جماعت کو جھنجوڑا، جگایا، سنبھالا اور پھر اسلام کے ابدی اصولوں کے رشتے میں پروکر بلند مقاصد اور اعلیٰ نصب العین کے حصول کیلئے جد وجہد کرنے پر اُکسایا۔ربّ ذوالجلال نے ان کو جن صلاحیتوں سے نوازا تھا، اس نے خدمتِ اسلام، دعوتِ دین اور استحکامِ ملت کے لئے استعمال کیا۔اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ اقبال ایک حکیم، فلسفی اور شاعر کی حیثیت سے دعوتِ دین کے منفرد شخص ہیں۔

علامہ محمد اقبال دورِ حاضر کے نام نہاد دانشوروں کے برعکس علماء کا بے حد احترام کرتے تھے۔علامہ کے نزدیک علماء ہمیشہ اسلام کے لئے ایک قوت اور عظیم سرچشمہ رہے ہیں۔ایک بار سید نذیر نیازی کی اس بات پر کہ آپ نے اسلام کی عقلی تعبیر میں نفس انسانی یا کسی اور مابعد الطبیعی مسئلہ حیات بعد الموت یا زمان و مکان کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے علمائے اسلام بظاہر ان سے بیگانہ نظر آتے ہیں، علامہ نے کہا:

”یہ کہنا کہ علمائے اسلام ان حقائق سے بے خبر تھے، صحیح نہیں۔ وہ اس سلسلے میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ان کی نظر ہر

بات پر تھی۔ وہ تہذیب و تمدّن اور اجتماع و عمران کے مسائل سے غافل تھے نہ علم و حکمت اور مابعد الطبیعی افکار سے، جس میں قرآن مجید نے ان کی رہنمائی کی۔ یہ انھیں کا تو کہنا تھا کہ قرآن مجید خلاصۂ کائنات ہے"۔(۵)

باہمی تعلق:

کہیں اگر ڈاکٹر محمد اقبال علماء پر تنقید کرتا ہوا نظر آتا ہے تو وہ اس سے دنیا پرست اور نام ونہاد مولوی پر تنکیر کرتا ہے نہ کہ تحقیر۔ اور علمائے دیوبند کو انھوں نے پہلے سے مستثنٰی کیا ہے جیسا کہ فرمایا:

علّامہ مرحوم دار العلوم دیوبند اور اس کے کردار سے متاثر تھے انھوں نے ایک بار کہا "دیوبند ایک ضرورت تھی اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل، وہ روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم ہے"۔(٦)

ایک موقع پر فرمایا:

"ہم مذہب کو تمام چیزوں سے بالاتر سمجھتے ہیں اور علمائے کرام کو اپنا حَکَم سمجھتے ہیں۔ جمعیت علمائے ہند جو کچھ فیصلہ کرے گی وہی ہماری رائے ہے ہم اسلام پر سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں"۔(۷)

مولانا قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بار کسی نے علاّمہ سے پوچھا کہ یہ دیوبندی کیا کوئی فرقہ ہے؟ کہا: "نہیں ہر معقول پسند دیندار کا نام دیوبندی ہے"۔(۸)

اور دوسری طرف حضرت مدنیؒ کی نظر میں علامہ محمد اقبالؒ کا یہ مقام ہے، چنانچہ فرمایا:

"یہ امر یقینی اور ناقابلِ انکار ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب کی ہستی کوئی معمولی ہستی نہ تھی اور ان کے کمالات بھی غیر معمولی تھے۔ وہ آسمانِ حکمت، فلسفہ، شعر و سخن، تحریر و تقریر، دل و دماغ اور دیگر کمالاتِ علمیہ و عملیہ کے درخشندہ آفتاب تھے"۔(۹)

مسلم لیگ اور جمعیۃ علمائے ہند کا اختلاف کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن ان کے باہمی تعلق اور عقیدت کیلئے ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ مسلم لیگ کے ابتدائی ممبر ہی نہ تھے بلکہ قائد اعظم کے بہت بڑے مداح بھی تھے۔ جب علامہ مرحوم ریاست بھوپال کے قاضی القضاۃ تھے تو آپ نے مولانا ظفیر دین (مفتی دار العلوم دیوبند) سے ایک دینی معاملہ میں رہنمائی طلب کی تو انھوں نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

"حضرت مولانا مدنی دامت فیوضھم کے مقابلہ میں میرا نام لینا صرف آپ کی چشم محبت کا کرشمہ ہے ورنہ میں تو ان کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے قابل نہیں۔ چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک، میرے پاس حضرت تھانویؒ کی نسبت کے سوا کچھ نہیں"۔(۱۰)

قیامِ پاکستان کے بعد اکابرین دیوبند کے جذبات:

بعض لوگ حضرت مدنیؒ کے پاکستان بننے سے پہلے ان کے کچھ ملفوظات نقل کر کے کیچڑ اُچھالتے ہیں

کیوں کہ ان کو تصویر کا دوسرا رُخ نظر نہیں آتا، جب کہ آپ نے پاکستان بننے کے بعد ارشاد فرمایا تھا:

''کسی نے ایک مجلس میں پوچھا کہ حضرت! پاکستان کے لئے اب آپ کا کیا خیال ہے تو حسب معمول سنجیدگی و بشاشت سے فرمایا کہ'': مسجد جب تک نہ بنے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن اب وہ بن گئی تو مسجد ہے''۔ (۱۱) یعنی پھر اختلاف نہیں کیا جا سکتا اور اس کی ایک ایک اینٹ کی حفاظت ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہوتا ہے۔

یعنی پاکستان کے قیام سے قبل ہمارا اس سے اختلاف تھا لیکن چوں کہ پاکستان اب معرضِ وجود میں آ گیا ہے لہٰذا اس کی حفاظت اور اس کی ترقی و استحکام کے لئے کوشش کرنا ہم سب کا دینی فریضہ ہے۔ (۱۲) اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم قیامِ پاکستان کے حق میں نہ تھے لیکن جب ان کی خواہش کے علی الرغم پاکستان قائم ہو گیا تو انھوں نے فرمایا: ''پاکستان ایک تجربہ ہے اسے اب کامیاب ہونا چاہئے''۔

غلط فہمی: یہ قصہ جو غلط فہمی کا پیش خیمہ بنا، یا بنایا گیا، اصل مقصد ان کا یہ تھا کہ اغیار کو خوش کرنے کے لئے حضرت مدنیؒ کی کردار کشی بہانا تھا، آیئے اس کو حقیقی رنگ میں دیکھتے ہیں:

۸ جنوری ۱۹۳۸ء کی شب میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے صدر بازار دہلی متصل پل بنگش کے ایک جلسے میں تقریر فرمائی جس کا بڑا حصہ ۹ جنوری کے روزنامہ ''تیج'' اور ہفت روزہ ''انصاری'' دہلی میں شائع ہوا، چند روز کے بعد ہفت روزہ ''الامان'' اور ''وحدت'' دہلی نے ساری تقریر کو قطع و برید کے ساتھ اپنے صفحات میں جگہ دی۔ ان پرچوں سے روزنامہ ''زمیندار'' اور ''انقلاب'' لاہور نے اس تقریر کو نقل کیا اور یہ جملے حضرتِ اقدس کی طرف منسوب کر دیئے کہ حسین احمد دیوبندی نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ ''چوں کہ اس زمانے میں قومیں وطن سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتیں، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بھی اپنی قومیت کی بنیاد وطن کو بنائیں''۔

جلسے کی روئداد ہفت روزہ ''الامان'' کے مدیرِ اعلیٰ مولانا مظہر الدین نے علامہ اقبال کو سنائی۔ جب یہ اطلاع علامہ اقبال کے کان میں پڑی تو انھوں نے حضرتِ اقدس سے استفسار یا تحقیق کئے بغیر تین اشعار سپردِ قلم کر دیئے۔ (۱۳) جو آگے آ رہے ہیں۔

حضرت مولانا سید حسین احمدؒ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کو بھی تحریک آزادی کے دھارے میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ ان کی یہ کوشش مکمل نیک نیتی پر مبنی تھی، اس میں ایک حد تک انہیں کامیابی بھی ہوئی تھی۔ کیوں کہ حضرت مدنیؒ نے یہ فرمایا تھا کہ ''ہندو ہو یا مسلمان، دوسرے ملکوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا، ہندوستانی قوم کو ذلیل سمجھا جاتا ہے کہ وہ انگریز کی غلام ہے، آج کل قومیں وطن کی بنیاد پر بنتی ہیں''۔ مولانا مدنیؒ کا بیان ایسا ہی تھا جیسے آج پاکستانی قوم کو متحد رکھنے کے لئے کوئی رہنما یوں کہے ''پاکستانی باشندے مسلمان ہو یا عیسائی، دوسرے ملکوں میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا، سب انہیں پاکستانی ہی کی حیثیت سے جانتے ہیں، اس لئے کہ قوموں کو وطن کی بنیاد پر

پہچانا جاتا ہے"۔اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوگا مگر سننے والوں نے مولانا حسین احمدؒ کی بات کو غلط رنگ دیا۔اس غلط فہمی کی بنا پر علامہ نے حضرت مدنی کے خلاف یہ اشعار پڑھے:

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ،ورنہ ☆ ز دیوبند حُسین احمد ایں چہ بو العجبی است

سرود بر سرِ منبر کہ ملّت از وطن است ☆ چہ بے خبرز مقام محمد عربی ﷺ است

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ☆ اگر بہ او نرسیدی ،تمام بولہبی است(۱۴)

ازالہ: مندرجہ بالا اشعار چھپتے ہی پورے ہندوستان میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے خلاف کردار کشی کی ایک مہم شروع ہوگئی۔اگر چہ اس غلط فہمی کے ازالے کے لئے علامہ اقبال کے ان اشعار کا جواب اقبال احمد سہیل نے پوری ایک نظم لکھ کر دیا،(یہاں وہ اشعار مضمون کو مختصر کرنے کی بنا پر نقل نہیں کئے گئے)وہ نظم "سید حسین احمد مدنی ایک شخصیت ایک مطالعہ" کے ص۳۲۱،۳۲۲ پر موجود ہے۔ (۱۵)

اسی طرح ہندوستان کے نامور ادیب اور دانشور علامہ طالوت ،حضرت مدنی سے والہانہ عقیدت رکھنے کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال سے بھی قریبی مراسم رکھتے تھے۔اس صورتِ حال سے وہ سخت پریشان ہوئے اور انھوں نے حضرت مدنیؒ کو خط لکھ کر ان پر لگائے جانے والے الزامات کا جواب چاہا،حضرت مدنی نے علامہ طالوت(۱۶) کو جواب دیتے ہوئے ان الزامات کی مکمل تردید کی اور دو ٹوک دلائل کے ساتھ اپنے موقف کی وضاحت کی ،بعض اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

محترم المقام زید مجدکم ،السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،مزاج مبارک

آپ کے والا نامہ نے مجبور کیا کہ حقیقت واضح کی جائے ......میں نے بعض ضروری مضامین کے ملکی حالت بیرونی ممالک اور غیر اقوام نیز اندرون ملک میں آزادی کا تمہیدی مضمون شروع کیا تو میں نے کہا"موجود زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔نسل یا مذہب سے نہیں بنتیں۔دیکھو انگلستان کے بسنے والے سب ایک شمار کئے جاتے ہیں۔حالاں کہ ان میں یہودی بھی ہیں ،نصرانی بھی ہیں ،پروٹسٹنٹ بھی ،کیتھولک بھی۔یہی حال امریکا ،جاپان اور فرانس وغیرہ کا ہے......جو لوگ جلسہ کو درہم برہم کرنے آئے تھے ،انھوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔میں اس وقت یہ نہ سمجھ سکا کہ شور کی وجہ کیا ہے جلسہ جاری رکھنے والے لوگ اور دو چند آدمی جو کہ شور وغوغا چاہتے تھے سوال و جواب دیتے رہے اور "چپ رہو" کے الفاظ سنائی دیئے۔اگلے روز "الامان" وغیرہ میں چھپا کہ حسین احمد نے تقریر میں کہا کہ قومیت وطن سے ہوتی ہے ،مذہب سے نہیں ہوتی ،اور اس پر شور وغوغا ہوا،اس کے بعد اس میں اور دیگر اخبارات میں سب وشتم چھاپا گیا۔کلام کی ابتدا اور انتہا کو حذف کر دیا گیا اور کوشش کی گئی تھی کہ عام مسلمانوں کو ورغلایا جائے......میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ مذہب وملّت کا دارو مدار وطنیت پر ہے ،یہ افترا اور دجل ہے......جن

لوگوں نے تقریر کو من وعن نقل نہیں کیا، اصل وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ افترا اور اتہام کرتے ہی رہتے ہیں اس قسم کی تحریفیں اور سب وشتم ان کے فرائضِ منصبیہ میں سے ہی ہیں، مگر سر اقبال جیسے مہذب اور متین شخص کا، اُن کی صف میں آجانا ضرور تعجب خیز امر ہے، ان سے میری خط و کتابت نہیں۔ مجھ جیسے ادنیٰ ترین ہندوستانی کا اُن کی عالی بارگاہ تک پہنچنا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ملخص (۱۷)

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مدنی نے عوامی جلسے میں تقریر کی تھی نہ کہ فتویٰ دیا تھا، اہلِ علم حضرات اچھی طرح جانتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ فتویٰ اور تقریر میں اعتبارات کا بڑا فرق ہوتا ہے۔ غور کرنے کے بعد یہ بات صاف معلوم ہوگئی کہ حضرت مدنیؒ نے تقریر میں لفظ قومیت کا کہا ہے ملت کا نہیں کہا ہے۔ دونوں لفظوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ملت کے معنی شریعت اور دین کے ہے اور قوم کا معنی مردوں اور عورتوں کی جماعت کے ہے جیسا کہ لغت کی مشہور کتاب قاموس المحیط میں لکھا ہے:

مِلّة بِالكسر شريعة الدّين والقوم الجماعة من الرّجال و النّساء معاً (۱۸)

علامہ طالوت کا خط جب علامہ اقبال کو ملا اور ان کو صحیح صورتِ حال کا پتا چلا، پھر انھوں نے حقیقتِ حال واضح ہونے کے بعد ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء کو روزنامہ ''احسان'' لاہور سے یہ بیان شائع فرمایا:

''مولانا مدنی اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انھوں نے مسلمانانِ ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے لہٰذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا، میں مولانا کے جوشِ عقیدت کی قدر کرتا ہوں میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں''۔ (۱۹)

اور اس رجوع کے ۲۳ دن بعد ۲۱ راپریل ۱۹۳۸ء کو علامہ اقبال مرحوم کا انتقال ہوا۔ ان کے آخری کلام کا مجموعہ بنام ''ارمغانِ حجاز'' ان کی وفات کے بعد نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تو ان اشعار کو بھی اس مجموعہ کے آخر میں درج کر دیا گیا۔ (۲۰) ''اقبال کا سیاسی کارنامہ'' نامی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ علامہ اقبال نے ان اشعار کو شائع کرنے کی ممانعت فرما دی تھی۔ مگر ان کی وفات کے بعد چودھری محمد حسین (جن کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ لاہوری مرزائی تھا واللہ اعلم) کی زیرِ نگرانی ''ارمغانِ حجاز'' طبع ہوئی تو اس میں یہ اشعار بھی طبع کر دیے گئے تھے۔ (۲۱) اگر علامہ اقبال زندہ ہوتے اور ''ارمغانِ حجاز'' ان کی ترتیب وتدوین سے شائع ہوتی تو یہ اشعار کبھی بھی اس میں نہ ہوتے۔ علامہ اقبال شخصیات کی مدح وقدح سے بالا وبلند تھے اور عمر کے آخری دور میں یہ چیزیں ان کے تصور ہی سے عنقا ہو چکی تھیں۔ انھوں نے اس طرز کے تمام اشعار اپنے کلام سے ہمیشہ کے لئے خارج کر دیے تھے۔

اگر مرتبین اتنے ہی دیانتدار تھے تو علامہ کے کچھ اور بھی اشعار کسی مجموعہ میں شامل کر لیتے، مثلاً علامہ محمد

اقبال نے علی برادران کی رہائی پر جو اشعار لکھے وہ مسلم لیگ کے اجلاسِ عام منعقدہ امرتسر میں پڑھ کر سنائے لیکن ''بانگِ درا'' میں، جب کہ ان کا ابتدائی دور تھا، شائع کیے تو علی برادران کا ذکر نہ کیا۔ اسی طرح مہاتما گاندھی کی تعریف میں چھ اشعار لکھے جس میں انھیں مرد پختہ کار و حق اندیش و باصفا سے مخاطب کیا وہ اشعار ۱۳ نومبر ۱۹۲۱ء کے روزنامہ ''زمیندار'' میں چھپ چکے ہیں۔

علامہ اقبال اپنی عمر کے آخری ایام میں قائداعظم کے ساتھ تھے لیکن ۹ نومبر ۱۹۲۱ء کے روزنامہ ''زمیندار'' میں محمد علی جناح سے بھی پانچ شعروں میں چٹکی لی۔ وہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

لندن کے چرخ نادرہ فن سے پہاڑ پر ☆ اترے مسیح بن کے محمد علی جناح
نکلے گی تن سے تو کہ رہے گی بتا ہمیں ☆ اے جان برلب آمدہ اب تیری کیا صلاح
دل سے خیالِ دشت و بیاباں نکال دے ☆ مجنوں کے واسطے ہے یہی جادۂ فلاح
آغا امام اور محمد علی ہے باب ☆ اس دین میں ہے ترکِ سوادِ حرم مباح
بشریٰ لکم کہ منتظر ما رسیدہ است ☆ یعنی حجابِ غیبتِ کبریٰ دریدہ است (۲۲)

اسی طرح پہلی جنگِ عظیم میں علامہ نے دہلی کی وار کانفرس میں نو بند کی ایک مسدس لکھ کر سنائی جس میں شہنشاہ انگلستان سے متعلق دو بند قصیدے بھی شامل ہیں۔ (۲۳) اسی طرح علامہ مرحوم کے کئی اشعار ایسے ہیں جو صرف ان کی زندگی ہی میں کہے گئے بلکہ اخبارات اور رسائل میں بھی شائع ہوئے مگر وہ اس طرح محو کر دیے گئے کہ آج عام لوگوں کو ان کا علم ہی نہیں جیسا کہ رام چندر کی تعریف میں آپ نے چھ اشعار کی ایک نظم کہی جس کا ایک شعر یہ بھی ہے: ؎ ہے رام کے وجود پر ہندوستاں کو ناز اہلِ نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند

جس پر مسجد وزیر خان کے خطیب مولانا ابو محمد سید دلدار علی شاہ نے کفر کا فتویٰ صادر کر دیا تھا۔ (۲۴)

اسی طرح علامہ اقبال نے حافظ شیرازی کی کتاب ''لسان الغیب'' (جن کو تصوّف اور احسان میں ایک عظیم مقام حاصل ہے) پر ۳۵ اشعار میں سخت تنقید کی تھی جو ان کی پہلی تصنیف ''مثنوی اسرارِ خودی'' مطبوعہ ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی مگر انہوں نے علمائے کرام اور مشائخ عظام کے دباؤ سے مرعوب ہو کر اسے ہمیشہ کے لئے اس کتاب سے خارج کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جذباتی ہونے کے باوجود ضدی نہ تھے۔ جوں ہی انھوں نے کسی کلام کو بھی کسی لحاظ سے غیر موزوں اور نامناسب سمجھا تو اس سے رجوع کرنے یا اپنے کلام سے خارج کرنے کو عار نہیں سمجھا اور یہ بہت بڑا اخلاقی پہلو ہے۔ (۲۵)

جب یہ تمام نظمیں شاعرانہ محاسن کے باوجود علامہ نے اپنے کسی مجموعہ میں شامل نہیں کیں تو مولانا حسین احمد مدنی سے متعلق تین اشعار کا ''ارمغانِ حجاز'' میں شامل کیے جانا فی الواقع سیاسی مذاق اور ذہنی حادثہ ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علامہ اقبال، حضرت مدنی سے سیاسی اختلاف کے باوجود ان کی ملی خدمات اور دینی حمیت کے نہ صرف قائل تھے بلکہ قدردان بھی تھے۔ علامہ اقبال چوں کہ ان درویشوں کی حقیقت اور حقانیت کو جانتے تھے اس لئے تو حکمرانوں کو مخاطب کر کے ۱۹۲۲ء میں ایک پیغام جاری فرمایا:

"ان مکتبوں (مدرسوں) کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو ان ہی مدرسوں میں پڑھنے دو۔ اگر یہ مُلّا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا اسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستانی مسلمان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء باب الاجوش کے نشانات کے سوا اسلام کے پیرو اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا۔ ہندوستان میں بھی آگرہ کا تاج محل اور دہلی کے لال قلعے کے سوا سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا"۔ (۲۶)

اور اسی تناظر میں ضرب کلیم کے ان اشعار کو بعنوانِ "ابلیس کا پیغام اپنے سیاسی فرزندوں کے نام" دیکھا جائے فرمایا:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا ☆ رُوحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو!
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات ☆ اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو!
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج ☆ مُلّا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو!
اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو ☆ آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو!(۲۷)

مولانا مدنی کی اس تقریر کے حوالے سے جن لوگوں نے مولانا کی شان میں گستاخی کی ان میں سے ایک آدمی (پروفیسر یوسف سلیم چشتی) کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی، لکھتا ہے:

اس تحریر سے دو مقاصد میرے پیشِ نظر ہیں پہلا مقصد تو یہ ہے کہ گذشتہ زندگی ۱۹۳۷ تا ۱۹۵۴ء میں مجھ سے جس قدر گستاخیاں حضرت اقدس مجاہد اعظم، شیخ الاسلام، ایۃ من ایٰت اللہ الصمد، سیدی و شیخی و سندی الحاج الحافظ المولوی السید حسین احمد مدنی قدس سرّہ العزیز کی شان رفیع البنان میں سرزد ہوئی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے غیر مشروط انداز میں اظہارِ ندامت اور اعترافِ تقصیر اور اقرارِ جرم کروں اور بارگاہِ ایزدی میں صدق دل سے استغفار کروں۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ ایک اہم تاریخی واقعہ کی وضاحت کردوں اور حقائق کو ان کی اصل شکل میں پیش کردوں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جنوری ۱۹۳۸ء میں ڈاکٹر اقبال مرحوم نے محض اخباری اطلاع کی بنا پر تین اشعار سپردِ قلم کئے تھے جن کی وجہ سے علمی اور دینی حلقوں میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ جناب طالوت نے ڈاکٹر صاحب کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول و منعطف کرائی کہ حضرت اقدسؒ نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو یہ مشورہ

نہیں دیا تھا کہ وطن کو اساسِ ملت بنالو،اس لئے دیانت وعدالت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اعلان کر دیں کہ اب مجھے حضرت مولانا حسین احمد صاحب پر اعتراض کا کوئی حق باقی نہیں رہتا تو ڈاکٹر صاحب مرحوم کا یہ اعلان روزنامہ ''احسان'' لاہور میں ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء کو شائع ہوا تھا لیکن قوم کی بدقسمتی سے ۲۱ اپریل کو ڈاکٹر صاحب کا انتقال ہو گیا جب کہ ان کا آخری مجموعہ کلام موسوم ''ارمغانِ حجاز'' نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔اگر یہ مجموعہ ان کی زندگی میں شائع ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ ان تین اشعار کو حذف کر دیتے یا حاشیے میں اس حقیقتِ حال کو واضح کر دیتے کہ میں نے یہ اشعار غلط اخباری اطلاع کی بنا پر لکھے تھے۔بعد ازاں حضرت مولانا نے اخباری رپورٹ کی تردید کر دی اس لئے ان اشعار کو کالعدم یا مسترد سمجھنا چاہئے لیکن افسوس کہ یہ مجموعہ ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔اس لئے نہ ان شعار کو حذف کیا گیا اور نہ حاشیے میں حقیقتِ حال کو واضح کیا گیا۔

نتیجہ اس غفلت اور کوتاہی کا یہ نکلا کہ گذشتہ تیس سال سے مسلمانانِ عالم بالعموم اور مسلمانانِ پاکستان بالخصوص ان اشعار کی بنا پر حضرتِ اقدسؒ سے بدگمان ہوتے چلے آرہے ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنی غلطی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ملتِ اسلامیہ کے نوجوانوں کی اصلاح خیال کا فریضہ بھی انجام دے دوں تا کہ وہ سوءِ ظن کے گناہ سے محفوظ ہو جائیں۔میں ان اشعار کو تو خارج نہیں کر سکتا،مگر مسلمانوں کو یہ تو بتا سکتا ہوں کہ حضرتِ اقدسؒ نے اپنی تقریر میں نہ تو یہ فرمایا تھا کہ ملت کی بنیاد وطن ہے اور نہ مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وطن کو اپنی ملّت کی بنیاد بنالو۔یہ اشعار بلا تحقیقِ حال سپردِ قلم ہو گئے تھے چناں چہ جب ڈاکٹر صاحب پر حقیقت منکشف ہوئی تو انھوں نے اپنے الفاظ واپس لے لیے تھے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے اور میری اس تحریر کو عامۃ المسلمین کے لئے نافع بنائے۔آمین (۲۸)

یہ اعلانِ توبہ اور اقرار کسی عام آدمی کی طرف سے نہیں بلکہ ایک کٹر مسلم لیگی،کلام اقبال کے شارح،قائد اعظم محمد علی جناح کے معتمد علیہ اور انجمن حمایت اسلام کے قائم کردہ اسلامیہ کالج کے پرنسپل ہیں۔اس لئے خالی الذہن ہو کر،تمام تعصّبات سے بالاتر ہو کر،ہر طرح کی سیاسی وابستگیوں سے کچھ وقت کے لئے الگ ہو کر اس مذکورہ بالا توبہ نامہ کے ایک ایک لفظ کو پڑھیں اور یہ ذہن میں رکھیں کہ یہ الفاظ حضرت مدنی کے کسی شاگرد،مرید،معتقد یا کسی کانگریسی مولوی کے نہیں۔اس کے باوجود بھی بعض لوگوں کو حضرت مدنی کی شخصیت ہضم نہیں ہو رہی ہے۔

خلاصہ: مذکورہ بالا مضمون کا حاصل یہ نکلا کہ علامہ اقبالؒ جب حقیقت حال سے مطلع ہوا تو فوراً اپنے اشعار سے رجوع فرمالیا،لہٰذا ان کے وہ اشعار بھی جن میں حضرت مدنیؒ پر تنقید کی گئی تھی کالعدم ہو چکے ہیں۔جس طرح کوئی مصنف یا دانشور اپنے کسی سابقہ قول سے رجوع کر لے تو اس قول کو اس کی طرف منسوب کرنا جھوٹ ہے اور ان سابقہ خیالات پر مشتمل اس کے اشعار کو بھی اس کے نظریات قرار نہیں دیا جا سکتا۔لہٰذا علامہ اقبال کی

جانب سے حضرت مدنی پر اپنے اشعار میں لگائے گئے الزامات کے اعلانیہ رجوع کے بعد کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ مولانا سید حسین احمد مدنی کی عظمت کو داغدار کرنے کے لئے علامہ محمد اقبالؒ کا نام استعمال کرے۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم ۱۹۳۸ء میں اس دار فانی سے ابدی زندگی کی طرف کوچ کر گئے جب کہ مولانا مدنیؒ ۱۹۵۷ء میں رحلت فرما گئے کس فرد یا اس کی جماعت نے انگریزوں سے نجات اور محنت اور مسلمانوں کی دینی و دنیوی فلاح و بہبود کے لئے محنت کی اور کس نیت سے کی، یہ معاملہ اب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہی علیم وخبیر قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ فرمائیں گے۔

مذکورہ صحیح صورتِ حال اور حقیقت کشائی کے بعد اگر کوئی قلم دراز یا زبان دراز ان اشعار کو آڑ بنا کر حضرت مدنیؒ اور ان کے رفقاء پر نشتر زنی کرتا ہے تو وہ اپنی گندی ذہنیت کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ نہ صرف پاکستان کی فضا سے غلط فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ علامہ اقبال مرحوم کی روح کو بھی صدمہ پہنچانے کا مرتکب ہوتا ہے۔اس قسم کے غلط کار لوگ پاکستان میں غالباً یہ تصور کئے بیٹھے ہیں کہ وہ کوئی تاریخی کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی کالک اپنے چہرے پر مَل رہے ہیں۔

یہ پروپیگنڈہ غیروں کی ایک سازش ہے ان کو یہ اشعار تو نظر آتے ہیں اور باقی وہ اشعار، جو علامہ نے قوم کو جھنجوڑنے کے بارے میں، غیروں کی تھذیب کا اسلامی تھذیب کے ساتھ تقابلی جائزہ لینے اور اسی طرح ”اقبال کے پاکستان“ میں مطالبہ اور غدارانِ اسلام جیسے سنہری حروف اور مردہ ضمیروں کو جگانے والے اقوال زریں ہیں ان سے بالکل صرفِ نظر کیوں؟ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنی آنکھوں کی شہتیر نظر نہیں آتی اور دوسروں کی آنکھوں میں تنکا نظر آتا ہے۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر — دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

ہمیں چاہئے کہ اپنے کردار وعمل کی انفرادی اصلاح کے ساتھ اپنے مذہب، اپنے ملک وقوم کی تعمیر وترقی ان کے قیام و دفاع پر توجہ دیں نہ یہ کہ لوگوں کو نصف صدی گذر جانے کے بعد بھی اصل مقصد سے لوگوں کی توجہ ہٹا کر بے موقع اور بے محل ان کا رخ ماضی کی طرف موڑنے کی کوشش کریں۔ مجھے واثق امید ہے کہ اس تفصیل اور تحقیق کے بعد ان شاء اللہ اس بحث وتمحیص کو آئندہ کے لئے موضوع سخن نہیں بنایا جائے گا۔مضمون کو علامہ کے فکر انگیز اشعار پر ختم کرنا چاہتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں ☆ وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لئے اپنی زباں
دیکھ کوئی دل نہ دُکھ جائے تری تقریر سے ☆ وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
رنگ پر جواب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ ☆ محفل نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ

حوالہ جات

(۱) سنن ابی داوٗد: ابوداوٗد، سلیمان بن اشعث "باب فی النھی عن سبّ الموتی": دارالکتاب العربی، بیروت س۔ن: ص ۴۲۶: ج ۴
= صحیح ابن حبان: محمد بن حبان، تمیمی: موٗسسۃ الرسالہ، بیروت س۔ن: ص ۲۹۰: ج ۱۔

(۲) مساوی الاخلاق "باب لا تسبّو االاموات": ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی: موٗسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۹۹۳ء: ص ۹۷
= معجم ابن الاعرابی "باب لا تسبّو االاموات": سعید احمد بن محمد المعروف بابن الاعرابی: دار ابن جوزی طبعہ اولیٰ ۱۹۹۷ء: ص ۲۷۵۔

(۳) البقرہ ۲: ۱۴۱۔

(۴) اقبال کے ممدوح علماء: قاضی، افضل حق قرشی: مکتبہ محمودیہ کریم پارک، لاہور ۱۹۷۸ء: ص ۸۷۔

(۵) اقبال کے حضور: نذیر نیازی، سید: اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۱ء: ص ۲۷۱۔

(۶) اقبال کے حضور: ص ۲۹۳ بحوالہ اقبال کے ممدوح علماء: قاضی، افضل حق قرشی: مکتبہ محمودیہ کریم پارک، لاہور ۱۹۷۸ء: ص ۱۶۔

(۷) اقبال اور دعوتِ دین: حیران خٹک: دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد ۲۰۰۰ء: ص ۱۹۹۔

(۸) مسلکِ علمائے دیوبند: محمد طیب، قاری، مولانا: دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱۹۹۱ء: ص ۹۳۔

(۹) متحدہ قومیت اور اسلام: حسین احمد مدنی، مولانا: مجلس قاسم المعارف دیوبند، انڈیا س۔ن: ص ۷۔

(۱۰) مکتوبِ گرامی ۱۲ نومبر ۱۹۴۶ء الحرم، میرٹھ: مدنی نمبر ص ۱۴۱۔

(۱۱) شیخ الاسلام نمبر: روزنامہ الجمعیۃ، دھلی: بروزِ ہفتہ ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء: ص ۱۷
= تحریکِ پاکستان کا حقیقی پسِ منظر: مدنی، حسین احمد، مولانا: مکی دارالکتب اردو بازار، لاہور ۱۹۹۵ء: ص ۱۸۵
= عظیم مدنی نمبر: حضرت گل، مولانا: ہفت روزہ ترجمانِ حق، بنوں ۲۵ فروری ۱۹۷۴ء: ص ۴۔

(۱۲) ماہنامہ "حکمت القرآن" ش ۳، ۴: ج ۵: لاہور مئی جون ۱۹۸۶ء

(۱۳) سید حسین احمد مدنی ایک شخصیت ایک مطالعہ: مقالہ نگار جانباز مرزا: مکتبہ ظفر سرگودھا روڈ فیض آباد گجرات س۔ن: ص ۳۲۲، ۳۲۳۔

(۱۴) ارمغانِ حجاز: علامہ اقبال: ادبیات لاہور س۔ن: ص ۲۳۷۔

(۱۵) سید حسین احمد مدنی ایک شخصیت ایک مطالعہ: مقالوں کا مجموعہ: مکتبہ ظفر سرگودھا روڈ فیض آباد، گجرات س۔ن: ص ۳۲۱، ۳۲۲۔

(۱۶) یہ علامہ طالوت کا صحافتی ہے اصل نام ان کا مولانا عبدالرشید نسیم ہے۔

(۱۷) سید حسین احمد مدنی ایک شخصیت ایک مطالعہ: مقالہ نگار جانباز مرزا: مکتبہ ظفر سرگودھا روڈ فیض آباد گجرات س۔ن: ص ۳۲۴ تا ۳۳۱
= اقبال کے ممدوح علماء: قاضی، افضل حق قرشی: مکتبہ محمودیہ کریم پارک، لاہور ۱۹۷۸ء: ص ۸۱، ۸۲۔

(۱۸) قاموس المحیط: علامہ، مجدالدین، فیروز آبادی: مکتبہ رشیدیہ، دہلی ۱۹۳۵ء: ص ۵۲ و ص ۱۶۸: ج ۴۔

(۱۹) انوارِ اقبال: بشیر احمد ڈار: اقبال اکادمی پاکستان، کراچی ۱۹۶۷ء: ص ۷۰۔

(۲۰) کشکولِ معرفت: حقانی، عبدالقیوم، مولانا: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد، نوشہرہ ۲۰۰۵ء: ص ۱۵۵: ج ۱۔

(۲۱) کشکولِ معرفت: حقانی، عبدالقیوم، مولانا: ادارۃ العلم والتحقیق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ ۱۴۱۵ھ: ص ۱۷۶: ج ۲

(۲۲) بحوالۂ بالا: ص ۱۷۷: ج ۲۔
= اصل حوالہ رختِ سفر (شاعرِ مشرق کا غیر مدون کلام) محمد انور حارث بی۔اے: تاج کمپنی لمیٹڈ بندر روڈ کراچی ۱۹۵۲ء: ص ۱۴۲۔ آپ کے دوست مولانا حکیم فضل الرحمن مرحوم سواتی مقیم آمبور جنوبی ہند کے مشورے سے علامہ اقبالؒ نے اپنے مجموعہ سے مندرجہ بالا پانچ اشعار نکال دیئے۔ بحوالۂ بالا ص ۱۷۸۔

(۲۳) کشکولِ معرفت: حقانی، عبدالقیوم، مولانا: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد، نوشہرہ ۲۰۰۵ء: ص ۱۵۶: ج ۱۔

(۴۴) کشکولِ معرفت: حقانی، عبدالقیوم، مولانا: ادارۃ العلم والتحقیق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ ۱۴۱۵ھ: ص ۱۸۰: ج ۲

(۴۵) بحوالۂ سابق: ص ۱۷۷: ج ۲۔

(۴۶) ماہنامہ ''الفرید'' ج ۳، ش ۳: دارالعلوم صدیقیہ زروبی، صوابی ۲۰۰۲ء: ص ۲۳۔

(۴۷) کلیات اقبال: محمد اقبال، علامہ: مکتبہ امتیاز راجپوت مارکیٹ اردو بازار، لاہور ۱۹۹۷ء: ص ۲۷۳۔

(۴۸) یہ توبہ نامہ ماہنامہ ''میثاق'' لاہور کی فروری ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں طبع ہوا تھا پھر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نے اسے شائع کیا بحوالہ اقبال کے ممدوح علماء: قاضی، افضل حق قرشی: مکتبہ محمودیہ کریم پارک، لاہور ۱۹۷۸ء: ص ۷۵ تا ۷۷۔

مصادر و مراجع

☆ قرآن مجید

☆ اقبالؒ کے ممدوح علماء: قاضی، افضل حق قرشی: مکتبہ محمودیہ کریم پارک، لاہور ۱۹۷۸ء

☆ اقبالؒ اور دعوتِ دین: حیران خٹک: دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد ۲۰۰۰ء

☆ اقبال کے حضور: نذیر نیازی، سید: اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۱ء

☆ ارمغانِ حجاز: علامہ اقبال: ادبیات لاہور س۔ن

☆ تحریکِ پاکستان کا حقیقی پسِ منظر: مدنی، حسین احمد، مولانا: مکی دارالکتب اردو بازار، لاہور ۱۹۹۵ء

☆ سنن ابی داؤد: ابوداؤد، سلیمان بن اشعث: دارالکتاب العربی، بیروت س۔ن

☆ صحیح ابن حبان: محمد بن حبان، تمیمی: موسسۃ الرسالہ، بیروت س۔ن

☆ عظیم مدنی نمبر: حضرت گل، مولانا: ہفت روزہ ترجمانِ حق بنوں ۱۹۷۴ء

☆ کشکولِ معرفت: حقانی، عبدالقیوم، مولانا: ادارۃ العلم والتحقیق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ ۱۴۱۵ھ

☆ کلیات اقبال: محمد اقبال، علامہ: مکتبہ امتیاز راجپوت مارکیٹ اردو بازار، لاہور ۱۹۹۷ء

☆ قاموس المحیط: علامہ، مجدالدین، فیروز آبادی: مکتبہ رشیدیہ، دہلی ۱۹۳۵ء

☆ مساوی الاخلاق: ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۹۹۳ء

☆ معجم ابن الاعرابی: سعید احمد بن محمد المعروف بابن الاعرابی: دار ابن جوزی طبعہ اولیٰ ۱۹۹۷ء

☆ مسلکِ علمائے دیوبند: محمد طیب، قاری، مولانا: دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی ۱۹۹۱ء

☆ متحدہ قومیت اور اسلام: حسین احمد مدنی، مولانا: مجلس قاسم المعارف دیوبند، انڈیا س۔ن

☆ انوارِ اقبال: بشیر احمد ڈار: اقبال اکادمی پاکستان، کراچی ۱۹۶۷ء

☆ ماہنامہ ''الحق'' (اگست، ستمبر)، ج ۸، ش ۱۱، ۱۲: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ ۱۹۷۳ء

☆ ماہنامہ ''الحق'' (مارچ)، ج ۱۲، ش ۶: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ ۱۹۷۷ء

☆ ماہنامہ ''الفرید'' ج ۳، ش ۳: دارالعلوم صدیقیہ زروبی، صوابی ۲۰۰۲ء

☆ سید حسین احمد مدنی ایک شخصیت ایک مطالعہ: مقالوں کا مجموعہ: مکتبہ ظفر سرگودھا روڈ فیصل آباد گجرات س۔ن

☆ شیخ الاسلام نمبر: روزنامہ الجمعیۃ، دہلی: بروزِ ہفتہ ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء

■ ■ ■